

افتاء کا موجودہ نظام اور عصر حاضر کے تقاضے

مولانا تحسینی نعمانی

کسی مفتی کا کام دنیا کے سیکولر مرجعہ قوانین کے ماہر کی طرح صرف قانون کی دفعات بتا دینا نہیں ہوتا۔ بلکہ فتویٰ دراصل دینی رہنمائی کے نظام کا نام ہے جس کا رول صرف قانون کی تشریح نہیں، بلکہ اپنے زمانے میں دینی رہنمائی کے نظام کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھئے تو مفتی کا کردار اگر ایک طرف کتاب و سنت اور دین کے حقائق کی ترجمانی ہے تو دوسری طرف اس کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کی صورت حال اور خصوصاً دینی صورت حال کے تمام پہلوؤں یعنی عقل و نظر کی کجی و گم راہی، اسلام کے سامنے درپیش چیلنجز، اسلامی شریعت پر وارد ہونے والے اعتراضات، معاشرتی و معاشی نظام کی تبدیلیوں اور زمانے کی رفتار کے ساتھ انسانوں کے مزاج و شعور میں پیدا ہونے والے تغیر کو مد نظر رکھتے ہوئے شریعت کی ایسی ترجمانی بلکہ وکالت و حمایت کرے جس سے شریعت حق و عدل دونوں کے بلند ترین درجے پر قائم نظر آئے۔ ذیل میں اس سلسلے میں چند ضروری اور قابل لحاظ امور کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

(۱) اس سلسلے کی سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ شریعت انسانوں کے بنائے ہوئے مادی زندگی کے قوانین کا مجموعہ نہیں۔ انسانی قوانین کی تشریح محض عقل و ذہانت اور دفعات اور نظیروں کے داؤ پیچ سے کی جاسکتی ہے، لیکن اسلامی شریعت کا فہم ایک مخصوص ذوق و فکر اور خاص مزاج و طبیعت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کا فہم و بصیرت صرف عقل و علم سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے لیے اس مزاج و ذوق بلکہ قلبی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے جس کو قرآن نے دینی رہنمائی اور فتویٰ کے لئے ایک لازمی صفت ”ربانیت“ کہا ہے۔ ولکن کونوا ربانین بما کنتم تعلمون الكتاب وبما کنتم تدرسون یعنی تم چونکہ اللہ کی کتاب پڑھتے ہو اور دین پڑھتے ہو اس لیے ربانی بن جاؤ۔

محترم قارئین، علماء کرام کے سامنے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں صرف اشارے کافی ہیں۔ یہ بات ہم سب کو معلوم ہے کہ یہ دین صرف عقل اور مادی دنیا کے ظاہری مصالح پر مبنی نہیں ہے۔ اس کی منزل تک

رسائی کے لیے صرف مصالح دنیا کی رعایت اور عقل کی روشنی کافی نہیں۔ بلکہ اس راہ میں ہم روحانی روشنی اور قلبی بصیرت کے بغیر نہیں چل سکتے۔ یہ شریعت کے تکوینی عناصر اور مزاج و طبیعت کا تقاضہ ہے۔ اس کو نظر انداز کر کے ہم شریعت کا علم نہیں حاصل کر سکتے۔ قرآن نے صاف صراحت کی ہے کہ اس کے لیے ہم کو براہ راست اللہ تعالیٰ کی خاص رہنمائی اور مدد کی ضرورت ہوگی اور جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خصوصی فیض حاصل نہیں ہوگا وہ پورے طور پر اس بصیرت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ سورہ رعد میں کچھ لوگوں کے بارے میں آتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کو گمراہ کر دیتا ہے اور جن کو مخصوص ہدایت بلکہ ہدایت یابی کا اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے ان کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ اثابت اور اللہ کی یاد سے انس و اطمینان کی قلبی کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔ ویہدی الیہ من انساب۔ (اور اس کے بعد ان ”من اناب“ کے مصداق لوگوں کی نشانی اور علامت یہ بتائی کہ) الذین آمنوا وطمئن قلوبہم بذكر الله۔

حضرات گرامی! اصل بات یہ ہے کہ اس دین کے مخصوص ایمانی مزاج کے عناصر میں دیگر چیزوں کے ساتھ کچھ کیفیات اور باطنی حالات کا خمیر ایک خاص مقام رکھتا ہے اور دینی مزاج و بصیرت پیدا کرنے میں ان کیفیات کا خاص حصہ ہے۔ قرآن اور سنت نبوی میں اس طرف واضح اور صریح اشارے آئے ہیں کہ اس دین و شریعت کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو شرح صدر کی ایک خاص کیفیت اور قلبی اطمینان و یقین کا ایک خاص درجہ عطا فرمایا جاتا ہے اور مندرجہ ذیل آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ یہ ایک قسم کا ربانی نور ہوتا ہے اور اس کا خاص سرچشمہ ذکر اللہ ہے۔ فمن شرح الله صدره للإسلام

فهو علی نور من ربه فویل للقاسیة قلوبہم من ذکر الله (الزمر: ۳۹)

یعنی کیا وہ جس کے سینے کو اللہ اسلام (کی بصیرت) کے لیے کھول دے تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی اور نور پر ہوا اور وہ جودل کے سخت ہوں (فہم و بصیرت میں) برابر ہو سکتے ہیں تو بربادی ہو ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی یاد سے بیگانے ہو کر دل کے سخت ہو گئے ہیں۔

اہل علم اگر آیت میں غور کریں گے تو اس میں یہ اشارہ بھی پائیں گے کہ ذکر اللہ سے بیگانگی اور عدم مناسبت ایک ایسی قلبی قساوت کا سبب بنتی ہے جو بصیرت کا حجاب بن جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن نے شرح صدر کی نعمت سے محروم اور نور الہی سے بے بہرہ لوگوں کی اس محرومی و نارسیدگی کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ ”القاسیة قلوبہم من ذکر اللہ“ ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے جب دریافت کیا گیا کہ نئے مسائل میں ہم کیا کریں تو آپ ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں جو اجتماعی اجتہاد کے لیے ہمارا خاص رہنما ہے فرمایا: تشاور و افہام الفقہاء والعابدین (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث: ۱۶۱۸) تم ایسے معاملات میں فقہاء اور عبادت گذاروں سے مشورہ کرنا۔

فقہائے کرام! فقہ و فتویٰ کے لیے احکام کے مدارج اور دین کے نظام ترجیحات کی معرفت و بصیرت ضروری ہے۔ مذکورہ نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر و عبادت اور تعلق مع اللہ کی کیفیات کا اسلامی شریعت کے مزاج و مذاق اور اس کی روح کی بصیرت میں کچھ خاص دخل ہے۔ جب تک ذہن و ذوق اس خاص رنگ سے جو کہ بغضہ اللہ ہے رنگ نہ جائیں صحیح دینی بصیرت حاصل ہونا مشکل ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ شریعت اور احکام دین کی یہ بصیرت و حکمت خالص ذہانت اور علم و عقل سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ حاصل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا قلب و نظر پر انکشاف ہوتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

انا انزلنا الیک الكتاب بالحق لتحکم بین الناس بما ارادک اللہ.

اہل علم غور فرمائیں۔ یعنی نصوص کے بعد بھی کوئی چیز ہے جس کو ”اراد اللہ“ سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اور یہ وہی ذوق و وجدان ہے جس کے آں حضرت ﷺ امام اکبر تھے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی اشارہ فرمایا کہ دین کی یہ بصیرت آپ ﷺ کے ورثہ کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: من یرد اللہ بہ خیرا یفقهہ فی الدین یعنی اللہ جس کے بارے میں خیر کا فیصلہ کرتا ہے اس کو اپنی جناب سے دین کی سمجھ اور فتنے سے نوازتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے پچھلی امتوں کے صاحب الہام والقاء حضرات کا تذکرہ کر کے امت مسلمہ میں ان کے وجود کی خبر دی ہے: افیمن کان قبلکم اناس محدثون..

(۲) حضرات گرامی! حالات حاضرہ اور معاصر صورت حال کے ایک اور پہلو کی طرف توجہ ہمارے دینی رہنمائی کے نظام کے لیے ضروری ہے۔ ہم آپ جس زمانے میں ہیں، اس میں کفر براہ راست اہل ایمان سے اطاعت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ قرآن نے غلبہ کفر کے زمانے اس کے جن چیلنجز کے بارے میں ”یصدون عن سبیل اللہ ویغونہا عوجا کہا تھا، وہ دونوں اس وقت وسیع ترین پیمانے پر موجود ہیں۔“ صد عن سبیل اللہ، کی کوششوں کے علاوہ اسلام کو بدنام کرنے کی کوششیں جن کو قرآن نے ”ویغونہا عوجا،“ سے تعبیر کیا ہے، صدر اسلام سے بھی زیادہ فتنہ انگیز ہیں۔ پروپیگنڈے کے شور نے اچھے اچھوں کو حواس باختہ کر دیا ہے۔

ہم اسلام کے عقائد و افکار، نظام اخلاق و معاشرت اور شریعت کے خلاف جس پروپیگنڈے کے طوفان کا مقابلہ کر رہے ہیں اور جس نے کافر توئی کو نہایت نازک بنا دیا ہے اس کے بارے میں ہمیں یہ مختصر رکھنا چاہیے کہ قرآن نے بتایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دین کے مخالفین کے ساتھ شیاطین کی مدد ہوتی ہے، وہی ان کے اولیاء ہوتے ہیں جو ان کو باقاعدہ دین و شریعت کے خلاف دلیلیں بھاتے اور پروپیگنڈے اور اجتہادات کے ہتھکنڈے بٹاتے ہیں، تاکہ وہ مناظروں، مباحثوں اور پروپیگنڈوں کے ذریعے سرمایہ یقین و ایمان پر ڈاکے ڈالیں۔

وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم لیجادلوکم وان اطعتموہم انکم لمشرکون۔ اور شیاطین اپنے چیلوں کو دلیلیں اور حربے بھاتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحثیں کریں اور اگر تم نے ان کی مانی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

غزوہ احزاب کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ اور شریعت کے احکام پر اعتراضات اور الزامات کا زبردست شور مٹھا، اس پروپیگنڈے کی آندھی میں، جیسا کہ صحابہ کرام نے بیان کیا ہے، اچھوں اچھوں کے قدم لڑکھڑائے۔ بلکہ خود قرآن نے کہا تھا: وفیکم سماعون لہم،، اس موقع پر سورہ احزاب اتری اور اس میں واشگاف انداز میں ہدایت دی گئی کہ اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرنا۔ یا ایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین۔ یہاں حق و باطل کی کشمکش کی تاریخ کا ہم کو یہ ایک اہم اصول بتایا گیا ہے کہ اسلام، رسول اسلام اور شریعت اسلام پر اعتراضات اور ان کے خلاف اس نام کن مہم میں منافقین کے لشکر کفار کی فوج کی مدد کرتے ہیں اور اہل ایمان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بھی کفر سے مطیع نہ صل کر لیں۔ ”و دلو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا مہمہم اولیاء،،۔ وہ امت کی صفوں میں کفر کے ایجنٹ اور ہم نوا ہوتے ہیں۔ آگے سورہ احزاب میں اسی سلسلہ بیان میں انبیاء علیہ السلام اور ان کے اہل حق و ارثوں کی صفت یوں بیان کی کہ: الذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احد الا اللہ جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچائے جاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اس وقت فتویٰ کے نظام کو اسی اصول پر قائم رہنا اور بلا خوف و لومۃ لائم شریعت کی بے کم و کاست ترجمانی کر کے درایت نبوت کی جانشینی کا حق ادا کرنا ہے۔

ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ ☆ اکتوبر ۲۰۱۳ء

﴿ ۴۱ ﴾

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی

حضرات گرامی! اس چیلنج کے ساتھ ایک اور امتحان طمع کی عشوہ گری کا بھی ہے۔ ائمہ کفر ترتیب کے ساتھ ترغیب کے ہتھیار بھی استعمال کر رہے ہیں اور اس بڑے پیمانے پر کر رہے ہیں کہ: الامان، الحفیظ۔ اس کثیر یکجہتی چیلنج نے استقامت و ثبات کو مشکل بنا دیا ہے۔

موجودہ دور میں افتاء کے سامنے یہ امتحان ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ رہا کی حلت ہو یا مردوزن کا اختلاط، تعدد ازواج کی حرمت ہو یا جہاد کی منسوخی ہر طرح کے فتوے بازار میں حاضر ہیں۔ مشکلات بھری اس راہ پر ثبات و استقامت کی قوت کا خزانہ صرف تعلق مع اللہ اور توکل و عزیمت میں ہے۔ عہد نبوی میں مسلمانوں کے سامنے جب اس طرح کے چیلنج بہت بڑھ گئے تھے اور ان کو عزیمت و ہمت کے ساتھ راہ حق پر چلنے کے لیے احکام دیے گئے کہ: فاستقم کما امرت ومن تاب معک ولا تطغوا انہ بما تعملون بصیر ولا ترکوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار یعنی اے رسول تم اور تم پر ایمان لانے والے راہ حق پر اس طرح جم جاؤ جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے اور ذرا انحراف نہ کرنا اللہ تمہارے طرز عمل کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہونا ورنہ جہنم کی آگ پکڑ لے گی۔

تو اسی کے ساتھ فوراً یہ بتا دیا گیا کہ اس راہ پر چلنے کے لیے جس جمعیت باطنی اور حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہے اس کا سرچشمہ عبادت و تعلق مع اللہ یعنی اقامت صلاۃ ہے: واقم الصلاۃ طرفی النہار و زلفامن اللیل۔

حضرات! عصر حاضر کا یہ چیلنج بڑا سخت ہے، کفر کے اس چیلنج کے سامنے ہمارے دینی رہنمائی کے نظام میں اگر صبر و عزیمت کی یہ طاقت نہ ہوئی تو یہ سر بلند مینار بھی خدا نخواستہ اسی طرح کفر کی پابوسی کرے گا جس طرح مشرق کی دیگر تہذیبوں، مذاہب اور اخلاقی نظاموں نے کی ہے۔

حضرات گرامی! نظام فتویٰ کی ایک خاص ضرورت کے بارے میں ایک کم علم اور تہی مایہ عمل نے کوشش کی ہے کہ اکابر اہل علم کے خیالات کو یکجا کر دے۔ آپ حضرات بخوبی واقف ہیں کہ اس ضرورت کو کسی محدود کوشش اور لگے بندے انداز سے پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اس شجر کی بار آوری کے لیے ہمارے نظام تعلیم و تربیت کی پوری فضا کو سازگار بنانے اور اس مقصد اور ہدف کے لحاظ سے اسے ایمان افروز اور روح پرور بنانے کی ضرورت ہے۔

(۳) محترم علماء کرام جیسا کہ اوپر کی سطروں میں اشارہ آچکا ہے، ہمارا یہ زمانہ غلبہ اسلام کی صدیوں سے

فلک بہ مردم نادان دھند ز ما مہر ☆ تو اہل فضل و دانش، ہمیں گناہت بس

اس لحاظ سے بالکل مختلف ہے کہ مغرب کے فکری و تہذیبی غلبے نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی عقلوں پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ مغرب نے پوری دنیا میں نئی عقلیت پیدا کر دی ہے۔ ساری دنیا میں ذہن و فکر کے سانچے ہی بدل گئے ہیں۔ پہلے جو باتیں بغیر کسی تردید کے قابل قبول تھیں آج مشکوک بنی ہوئی ہیں۔ اس تبدیلی نے فتوے اور دینی رہنمائی کے ہمارے پورے نظام کے سامنے بالکل نئے چیلنج رکھے ہیں۔ آج کے مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف ناقول فتویٰ نہ ہو، بلکہ وہ اسلام کے وکیل کا کردار بھی ادا کرے۔ خاص طور پر معاشرت اور معاملات کے احکام کے بارے میں ایسی بصیرت کا حامل ہو کہ وہ ان کو حق و عدل کی کامل تصویر ثابت کر سکے۔

نئی ذہنیت نے اسلام کے معاشرتی اور معاشی احکام کے بارے میں یہ سنجیدہ شبہ پیدا کر دیے ہیں کہ وہ (کم از کم موجودہ زمانے میں) حق و عدل کے نگہبان اور انسانی زندگی کو صلاح و فلاح کی طرف لے جانے والے نہیں رہے ہیں۔ وہ ترقی میں رکاوٹ بنی نہیں بلکہ بے اعتدالی اور مختلف طبقات کی مظلومیت کا باعث ہیں۔ اس دور میں فتویٰ اور دینی رہنمائی کے نظام کو اس چیلنج کو قبول کرنا ہی ہوگا اور دین کی ایسی حکیمانہ ترجمانی کرنی ہوگی جس سے وہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ مبنی برحق و عدل اور انسانی فلاح و رشد کا حامل نظام ثابت ہو۔

اس دور کا مفتی بھی اگرگزرا ناقل فتویٰ ہوگا تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے بقول بہت سوں کے لئے ایمان کی آزمائش اور گمراہ کن بنے گا، انہوں نے فرمایا تھا: مسا انت بمحدث قوما حدیثا لاتبلغہ عقولہم الاکان لبعضہم فتنۃ (مقدمہ صحیح مسلم)۔ تم اگر لوگوں کو ایسی باتیں بتاؤ گے جو ان کی سمجھ میں نہ آئیں تو تم کچھ لوگوں کے لیے ایمان کی آزمائش کا سبب بن جاؤ گے۔

جدید دور کی عقلیت اور ذہن و فکر کے اس نئے مغرب زدہ سانچے کو سمجھنے کے لیے ہم کو باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔ خاص طور پر اخلاقیات (ethics) سماجیات (sociology) سیاسیات اور معاشیات میں مغربی فکر و فلسفے کی بنیادوں کو سمجھنا ہوگا۔ اور اس مطالعے کے لیے ایک انصاب تیار کرنا ضروری ہے جو ان میدانوں میں زمانے کی سوچ سے واقف کر سکے۔

اس کا آسان عملی طریقہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے کسی بھی پہلو مثلاً اخلاق، معاشرت، نفسیات، اقتصادیات، سیاسیات، بین الاقوامی تعلقات وغیرہ سے متعلق شریعت کے احکام کے مطالعے سے پہلے

ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ ☆ اکتوبر ۲۰۱۳ء

﴿۴۳﴾

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی

ان پہلوؤں سے متعلق انسانی افکار کا مختصر جائزہ لے لیا جائے۔ تاکہ ایک مفتی و عالم کو یہ معلوم ہو کہ انسانی زندگی کے ان اہم شعبوں اور نظاموں کے بنیادی مسائل کیا ہیں اور ان کے بارے میں اسلام اور دوسرے حریف مکاتب فکر کا موقف کیا ہے۔ اس طرح ہمارے سامنے زمانے کی سوچ کا ایک خاکہ سامنے آئے گا اور ہم دین و شریعت کی ترجمانی ہو امیں اور مخاطب کے اشکالات و تحفظات سے بے خبر ہو کر نہیں کریں گے، بلکہ جس زمانے میں اور جس نسل و معاشرے کو مخاطب بنا رہے ہیں اس کے ذہن و مزاج کی تہوں میں موجود افکار اور نفسیات سے واقف ہو کر کریں گے۔ جب اسلامی شریعت سے ذرا گہری واقفیت رکھنے والا ان میدانوں میں مغرب کے افکار کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ حیران کن منظر اس کے سامنے آتا ہے کہ ”ومن لم يجعل الله له نورا فاصاله من نور“، کے مصداق دنیا کے بڑے بڑے مفکر، جن کے نام پریونیورسٹیوں میں سردھنے جاتے ہیں بونے اور کم سمجھ نظر آتے ہیں۔

یقیناً اسی اور صرف اسی راستے سے ہمارے نوجوان اہل فتویٰ موجودہ دور میں اسلامی شریعت کی اطمینان بخش ترجمانی کے قابل ہو سکیں گے۔ زمانے کی نفسیات سے واقفیت اور اس میں رائج طرز استدلال پر دلالت کا یہ کام کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اس کے لئے زمانے کے اعلیٰ لٹریچر پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ ہم ایسے دور میں ہیں جب اسلامی شریعت اور مغربی تہذیب و قوانین کے موازنے پر اچھا لٹریچر عرب اور برصغیر کے علماء نے تیار کر دیا ہے اس لٹریچر نے عقلی اور علمی انداز میں اسلام کی برتری ثابت کی ہے اور اسلامی شریعت کی حکمت پر بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے۔

مگر افسوس! افسوس! ہمارا افتا کا موجودہ نظام اس روشنی سے دامن کشیدہ ہے۔ نہ صرف نظام افتا کے لیے بلکہ پورے دینی تعلیمی نظام کے لیے اس موضوع پر نصاب تیار کرانے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر مغربی فکر کے وہ میدان جو ہماری فقہ و شریعت کے خاص موضوعات ہیں یعنی نفسیات، اخلاقیات، سماجیات، معاشیات اور سیاسیات جیسے انسانی و معاشرتی علوم ان کا تو اچھا خاصہ تعارفی مطالعہ باقاعدہ نصاب کا جزو ہونا چاہیے۔ ان موضوعات پر مغربی مفکرین کے نتائج فکر پر تنقید اور اسلامی شریعت سے ان کے موازنے پر مشتمل ماہرین کے لیکچرز تہمیدی تعارف کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔

(۴) اسلام کے مقابلے میں جدید دور کی جاہلیت کہاں کھڑی ہے اس کا بہترین پیمانہ خود اس تہذیب کے نتائج ہیں۔ سیاسیات، معاشیات اور سماجی میدان میں مغربی طرز زندگی اور مغربی ماڈل نے جو نتائج

پیدا کیے ہیں اس کے لیے قرآن کی اصطلاح فساد فی الارض سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس نے اگر سماجی میدان میں انسان سے انسانی سماجی شعور چھین لیا اور اس کو خود غرض انفرادیت میں مبتلا کر دیا، اور سماج کی بنیادی اکائی خاندان ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا تو سیاسیات کو اس نے کشمکش اقتدار کا دوسرا نام قرار دیا اور اخلاقیات سے عاری کر کے درندہ اور خون آشام بنا دیا ہے۔ معاشیات تو اس فساد آدمیت کا شاہکار ہے، اس میدان میں تو مغرب ایسا ننگا ہوا ہے کہ خود اس کے لوگ اس پر تھوک رہے ہیں۔ دولت پر تھوڑے سے عیاشوں اور گھونٹالے بازوں کا قبضہ ہے اور باقی انسانیت ان کی ننگی بھوکی غلام۔

موجودہ دور میں اسلامی شریعت کی بہترین ترجمانی کے لیے ضروری ہے کہ مغربی تہذیب اور اس کے زیر تربیت قائم نظام ہائے کفر کی اس حقیقی تصویر کو سامنے لایا جائے جس پر کارپوریٹ دنیا کے زرخیز میڈیا کے ذریعے پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ لیکن اس حقیقی تصویر کی کچھ نہ کچھ حقیقی جھلک معاشرتی اور معاشی تجزیوں اور اعداد و شمار پر مبنی رپورٹوں میں آ جاتی ہیں۔ جن میں خاص طور پر مغربی اور جدید دنیا کی سماجی، نفسیاتی، سیاسی اور معاشی صورت حال پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یہ تجزیے اور رپورٹیں حیران کن حد تک مغربی طرز تہذیب کے افلاس و فساد کا نمونہ دکھاتی ہیں۔

اس حقیقت کو ایک مثال سے اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے، ابھی ماضی قریب میں عورتوں کے کسب معاش کے لیے گھر سے باہر کی موجودہ تیز رفتار و بجوم خیز دنیا میں شرکت سے متعلق ایک متوازن فتویٰ دیا گیا جس کا حاصل یہ تھا کہ بے ضرورت ایسا نہ کیا جائے اور پھر بھی اختلاط مرد و زن سے اجتناب شرط ہے۔ بس کیا تھا میڈیا اور کفار و منافقین کے لشکر دوڑ پڑے۔ اگر اس طرح کے فتوؤں کے ساتھ ذرا موجودہ دنیا میں عورتوں کے ساتھ مارکیٹ میں کیا ہو رہا ہے اور عورتوں کے معاشی سرگرمیوں میں سرگرم حصہ لینے کے کیا اخلاقی معاشرتی اور نفسیاتی نتائج مشرق و مغرب میں آ رہے ہیں، اس کا بھی مختصر سا تذکرہ ہو جایا کرے تو بے حد اطمینان کا باعث ہو اور اسلام کے ترجمان مفتیوں کے بارے میں یقیناً یہ تاثر قائم ہو کہ یہ گروہ رجحیت پسند اور گھسنے پٹنے نظریات کے پجاریوں کا نہیں بلکہ انسان کے فلاح کے نہایت بنیادی اور اہم اصولوں کے داعیوں کا ہے۔ مثلاً ابھی دہلی کی ایک غیر سرکاری تنظیم (c.f.t.i) centre for transforming india نے ملک کے ۶ بڑے شہروں کی اطلاعاتی ٹیکنالوجی (i.t) سے متعلق

اگرچہ تو بیکار پتھر مر مر ہے لیکن کسی صاحب دل کے پاس پہنچے گا تو گوہر بن جائے گا

شعبوں میں کام کرنے والی عورتوں کے ساتھ کی جانے والی جنسی زیادتیوں کے بارے میں ایک سروے کیلا workplace sexual harassment survey کے عنوان سے مرتب اپنی رپورٹ میں اس تنظیم نے یہ چونکا دینے والا انکشاف کیا کہ ان شعبوں میں کام کرنے والی عورتوں کی غالب اکثریت یعنی ۸۸ فیصد کو تلاش معاش کی جدوجہد کے دوران جنسی زیادتیوں (sexual harassment) کا سامنا کرنا پڑا۔ اس رپورٹ سے متعلق ایک نہایت مختصر سی خبر ہندوستان ٹائمز کے ۴ نومبر کے دہلی ایڈیشن کے پہلے صفحے پر شائع ہوئی، راقم سطور نے اس تنظیم کے ذمے دار مسٹر ہنگ شرما سے مفصل رپورٹ مانگی تو اس میں یہ لرز دینے والی صورت حال بھی بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے ۹۱ فیصد کی اکثریت نے اس کی کہیں شکایت نہیں کی ہے اور پچاس فیصد عورتیں تو اس کو پیشہ وارانہ زندگی (professional life) کا لازمی حصہ مان کر اس پر راضی ہیں۔ اب کون عقل سلیم والا یہ جرات لائے گا کہ اس فتوے کو نامعقول کہے۔ اس رپورٹ کا کچھ حصہ تنظیم کی ویب سائٹ www.cfti.ngo.com پر بھی دستیاب ہے۔

یہ تو عورتوں کے معاشی جدوجہد میں مردوں کے ساتھ حصہ لینے کا بس ایک پہلو ہے۔ اس کے دیگر اخلاقی اور معاشرتی نتائج مثلاً طلاقیں کی کثرت اور بچوں کی بیچارگی اس پر مستزاد ہیں۔ اور ہر پہلو سے متعلق تفصیلی جائزے اور اعداد و شمار ہر کوشش کرنے والے کی دسترس میں ہیں۔ ہمارے افتاء کے نظام میں ان چیزوں سے براہ راست واقفیت کے امکانات پیدا کیے جانے چاہئیں تاکہ دینی رہنمائی کا یہ نظام عصر حاضر کے لیے پورا معنی خیز کردار ادا کر سکے۔ علماء کرام اور ارباب فکر کی اس مجلس میں میں ذرا جرات سے کام لے کر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی علمی تربیت کا جو اصل راستہ ہے وہ شاید ہمارے لیے نامانوس اور لمبا محسوس ہوتا ہے مگر میں آپ سے دست بستہ لیکن صراحت سے عرض کروں گا کہ اس کا کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے اور نہ بے دلی سے کی جانے والی کسی سرسری کوشش سے وہ طے ہو سکتا ہے۔

(۵) حضرات زمانے کا ارتقا اور معاشرتی و معاشی تبدیلیاں لگاتار جاری رہتی ہیں۔ ہم آپ جس دور میں ہیں یہ برق رفتار اور بڑی تبدیلیوں کا زمانہ ہے۔ فساد انسانیت کا عجیب حال ہے، جو حکم شرعی میں اپنا اثر رکھتا ہے۔ نئے وسائل کی ایجاد اور نئے تمدن نے زندگی کے اطوار بدل ڈالے ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ”من لم یکن عالما باہل زمانہ فهو جاہل“، دینی رہنمائی اور افتاء کے نظام کی ذمہ داری ہے کہ وہ لگاتار

ان تبدیلیوں پر اور فتاویٰ کی دنیا پر موازناتی نظر رکھے اور اس کو دیکھتا پرکھتا رہے کہ فتویٰ اور حکم فقہی عدل اور حکمت و مصلحت کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔

اور اگر کہیں یہ محسوس ہو کہ ماضی کے اجتہادی حکم سے عدل کے تقاضے پورے نہیں ہو رہے بلکہ معاشرتی تبدیلیوں اور معروضی حالت میں اس کے الٹے نتائج پیدا ہو رہے ہیں تو سلف کے موروث اجتہادی فریم ورک میں رہتے ہوئے فتوے کی تبدیلی کی ضرورت ہوگی۔ خصوصاً اگر مذاہب اربعہ کے دائرے میں وہ فتویٰ با آسانی ملتا ہے جو عدل و مصلحت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اس کے اختیار کرنے میں تردد اور تاخیر ہمارے نظام فتویٰ کو بدنام کرنے کا سبب بنے گی۔ حافظ ابن القیمؒ نے اصول افتاد و ادب مفتی پر اپنی شاہکار کتاب: اعلام الموقعین میں حالات اور زمانے کے بدلنے سے فتوے کی تبدیلی کے موضوع پر ایک خاص باب ”فصل فی تغیر الفتویٰ واختلافها بحسب تغیر الازمنة والامکنہ والاحوال والنیات والعوائد، کے نام سے قائم کیا ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

هذا فصل عظیم النفع جدا وقع بسبب الجهل به غلط عظیم علی الشریعة. وهی عدل کلها ورحمة کلها ومصلح کلها وحکمة کلها، فکل مسألة خرجت من العدل الی الجور وعن الرحمة الی صدها وعن المصلحة الی المفسدة وعن الحکمة الی العبث فلیست من الشریعة.

یعنی یہ ایک عظیم فائدے کا حامل بحث ہے، جس سے ناواقفیت کی وجہ سے شریعت کے بارے میں بڑی سنگین غلطیاں ہوئی ہیں۔ شریعت سر اپا عدل سر اپا رحمت سر اپا مصلحت اور سر اپا حکمت ہے، لہذا جو مسئلہ بھی (حالات کی تبدیلی سے) عدل سے نکل کر ظلم کی حدود میں داخل ہو گیا یا رحمت سے اس کی ضد بن گیا یا مصلحت سے مفسد بن گیا یا حکمت سے عبث و بے فائدہ ہو گیا تو اب وہ شریعت نہیں رہا،۔۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ تبدیلی فتویٰ کے اسباب و اصول پر ایک علمی کتاب مرتب کی جائے اور اس کو افتاء کے نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ ہمارے یہاں اس سلسلے میں اچھا علمی کام سامنے آ رہا ہے۔ مگر ان چیزوں کے لیے فتویٰ کے نظام و نصاب میں نفوذ کی راہیں اکثر مسدود رہتی ہیں۔ نہایت ادب اور اختصار کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے کہ اس کے جہاں اور بہت سے وہ اسباب ہیں جن کا تعلق جمود، حالات اور فتوے کے کم شعور اور مسلکی حساسیت سے ہے وہیں ان حلقوں کے مخصوص تحفظ کا ایک سبب یہ بھی ہے

ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۳ء

﴿ ۴۷ ﴾

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی

کہ وہ دیکھتے ہیں کہ ماحول میں تجدد پسندی اور مغرب پرستی کی کیسی ایمان سوز تحریکیں مستقل سرگرم ہیں، جن سے ان کو بجا طور پر تحریف دین کا خطرہ ہے۔ یہ خطرہ حقیقی اور سنگین ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ان تحفظ پسند حلقوں کی اس کیفیت کے جائز اسباب بھی ہیں۔ ماضی کے تجربات اور حال کے اندیشے ان کے لیے لگاتار تشویش کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ ان اندیشوں کو دور کرنے کی بھی سنجیدہ کوشش کی ضرورت ہے۔ اور جب تک ان خطرات سے تحفظ یقینی نہ ہو احتیاط ورع ہی نہیں سلامتی بھی اسی تحفظ پسند سوچ میں ہے کہ ”درپے دنیا دیں ہم رفت“، نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆

اِنَّ الدِّينَ يَآكُلُوْنَ اَمْوَالَهُ الْيَتَامٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَآكُلُوْنَ
فِيْ بَطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيُطْلَوْنَ سَعِيْرًا.....

☆☆☆

يَا اَيُّهَا الدِّينَ اٰمِنُوْا
اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُوْنَ مِنْ اَمْوَالِ
النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيُصَدِّقُوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.....

مالک الملک ست ہر کش سر نہند بے جہان خاک صد ملکش دہد